سید جمیل احمد رضوی

امام شافعیؒ کی شاعری پر ایک نظر

امام شافعیؒ کے بارے میں کچھ بیان کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مختصر سوانحی خاکہ درج کر دیا جائے۔ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافعی الہاشمی القرشی المطلبی، ابو عبداللہ۔ اہل سنت کے چار ائمہ میں سے ایک ہیں[1] آپ ۱۵۰ھ (۷۶۷ء) میں غزہ (فلسطین) اور ایک قول کے مطابق عسقلان میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں یتیم ہو گئے تھے۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عبیداللہ بن الحسن بن الحسین بن علی بن ابی طالب تھا[2]۔ وہ انھیں دو سال کی عمر میں مکہ مکرمہ لے گئیں۔ وہاں اعزہ سے راہ و رسم قائم کی۔ پھر دوبارہ جب گئے تو دس برس کے تھے امام شافعی دو دفعہ بغداد گئے۔ ۱۹۹ھ میں مصر گئے اور وہیں ۲۰۴ھ میں ان کا انتقال ہو گیا قاہرہ میں مدفون ہیں۔ مبرد کا قول ہے "شافعی شعر و ادب میں سب سے آگے تھے اور فقہ و قراءت کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے" ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور فقہ پر "کتاب الام" ہے، جس کو البویطی نے جمع کیا اور ربیع بن سلیمان نے اس کی تبویب کی۔ حدیث میں ان کی کتاب "مسند" ہے۔ اصولِ فقہ میں احکام القرآن، السنن، اور الرسالہ ہیں۔ اختلاف الحدیث السبق والرمی، فضائل قریش، ادب القاضی اور المواریث بھی ان کی کتابیں ہیں۔ ان پر بھی کئی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ حافظ عبدالرؤف المناوی کی کتاب "مناقب الامام الشافعی" اور شیخ مصطفیٰ عبدالرزاق کا رسالہ "امام شافعی" کے نام سے ہے۔ حسین الرفاعی نے "تاریخ الامام الشافعی" کے نام سے کتاب لکھی اور ابو زہرہ کی کتاب "الشافعی" بھی ان کے حالات میں ہے۔ محمد زکی مبارک نے ایک رسالہ لکھا ہے "کتاب الام لم یؤلفہ الشافعی وانما الفہ البویطی" یعنی

---

[1] الزرکلی۔ الاعلام - ج ۶، ص ۲۴۹ [2] مناقب شافعی، ج ۱۰، ص ۸۵

[3] اردو دائرہ معارف اسلامیہ - ج ۱۱، ص ۵۷۶

کتاب الام امام شافعی نے تالیف نہیں کی، بلکہ اُسے البویطی نے تالیف کیا ہے) یعنی جو کچھ امام شافعی نے لکھا اس کو البویطی نے جمع کیا[4]۔ ان کے بارے میں اُردو میں نجم الدین نے "سیرۃ الشافعی" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی۔ یہ لاہور میں ۱۸۹۹ء میں دارالاشاعت پنجاب کی طرف سے شائع ہوئی۔

علم و فضل میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ محمد بن الحکم نے بیان کیا کہ میں نے علم و فضل میں شافعی کی مانند کسی کو نہیں دیکھا۔ اصحابِ حدیث ان کے پاس آتے تھے اور وہ غوامضِ حدیث ان پر پیش کرتے تھے۔ امام شافعی ان پر ایسے اسرار و رموز بیان کرتے جن سے وہ پہلے واقف نہ ہوتے تھے۔ وہ حالتِ تعجب میں ان کے پاس سے اٹھ کر جاتے۔ اسی طرح مخالف اور موافق اصحابِ فقہ ان کے پاس حاضر ہوتے، اور ان کی علمی برتری کا اقرار کر کے اٹھتے۔ اصحابِ ادب ان کے پاس شعر پڑھتے، اور آپ ان اشعار کی شرح کرتے تھے۔ انھیں ہذیل کے دس ہزار اشعار اعراب و معانی کے ساتھ حفظ تھے[5]۔

ان کا دیوان ۱۹۷۱ء میں بیروت میں "دار النور" کی طرف سے شائع ہوا۔ اس پر محمد عفیف الزعبی نے مقدمہ اور تعلیقات کا اضافہ کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ایک سو تین ہے۔ اس کے آخر میں فہرست مراجع اور اشاریہ بھی ہے۔ دیوان پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے شاعری کو امراء و وزراء کی مدح سرائی کا ذریعہ نہیں بنایا، بلکہ اسے اخلاقیات، حسنِ عمل کی ترغیب، فضائلِ علوم، اور پند و نصائح کی دستاویز کہا جا سکتا ہے۔ اس امر کا ذکر نجم الدین نے بھی کیا ہے۔

"امام شافعی کا جو اعلیٰ رتبہ بحیثیت قوم و نسب کے تھا، ایسا ہی اعلیٰ درجہ خدا نے ادب و شاعری کے کمالات میں دیا تھا، مگر انھوں نے اہلِ زمانہ کی طرح اس عطیۂ الٰہی کو امرائے وقت کی مدح سرائیوں یا ہجو گوئیوں میں صرف نہیں کیا۔ خدائے تعالیٰ نے جو قوت جذب اور معنی آفرینی کا وصف ان کے دل کو بخشا تھا، اس کو وہ اس سے اعلیٰ و برتر سمجھتے تھے کہ دنیا کے فانی مقاصد میں اسے صرف کیا جائے۔ ان کا کلام عموماً بے ثباتیِ دنیا اور مکارمِ اخلاق و نصائح پر مشتمل ہے۔ ان کے الفاظ نہایت سلیس اور ترکیبیں بالکل قدرتی ہیں۔ غیر مانوس اور غریب الفاظ سے اجتناب

---

[4] الزرکلی۔ الاعلام۔ ج ۶، ص ۲۴۹، ۲۵۰

[5] الشافعی۔ دیوان، ص ۹

کُلی کیا گیا ہے۔ الفاظ کی بندش بتاتی ہے کہ وہ نہایت بے تکلفی سے نظم کہتے تھے''[۵۶]

اگرچہ امام شافعی نے شاعری کی طرف توجہ نہیں کی اور جوں جوں ان کے علم و فضل کا پایہ بلند ہوتا گیا، ان کو شعر سے نفرت ہوتی گئی، لیکن عرب اور پھر قریش ہو کر یہ کب ممکن تھا کہ شاعری سے جو اُن کے رگ و پے میں ماں باپ کے خون اور سرزمین عرب کی آب و ہوا نے بھر دی تھی، خالی رہتے شاعری کو بُرا کہتے جاتے تھے اور قصد کرتے تھے کہ شعر نہ کہوں، مگر اشعار بلا قصد ان کی زبان سے نکلتے تھے۔ چنانچہ ایک مقام پر وہ اس امر کی خود تصریح کر کے کہتے ہیں کہ ''اگر علما کے نزدیک شعر گوئی مذموم نہ ہوتی تو میں آج لبید سے بھی بڑھ کر شاعر ہوتا''[۵۷]

اب مختلف عنوانوں کے تحت ان کے اشعار ترجمے کے ساتھ درج کیے جاتے ہیں:

قضا و قدر

ان کا دیوان ''الرضی بقضاء اللہ و قدرہ'' کے عنوان سے شروع ہوتا ہے۔ اس میں سے چند اشعار کا انتخاب پیش کیا جاتا ہے:

دَعِ الْاَیَّامَ تَفْعَلُ مَا تَشَاءُ ‏ ‏ ‏ وَطِبْ نَفْسًا اِذَا حَكَمَ الْقَضَاءُ

وَلَا تَجْزَعْ لِحَادِثَةِ اللَّیَالِی ‏ ‏ ‏ فَمَا لِحَوَادِثِ الدُّنْیَا بَقَاءُ

وَكُنْ رَجُلًا عَلَى الْاَهْوَالِ جَلْدًا ‏ ‏ ‏ وَشِیْمَتُكَ السَّمَاحَةُ وَالْوَفَاءُ

۱۔ انقلاباتِ زمانہ کو چھوڑ اور جو چاہتا ہے کر اور جب قضا فیصلہ کر دے تو اپنے نفس کو مطمئن رکھ۔

۲۔ زمانے کے مصائب پر جزع فزع نہ کر کیونکہ دنیا کے حوادث کو بقا نہیں۔

۳۔ مصائب پر پامردی اور بہادری کا مظاہرہ کر۔ تیرا اخلاق جود و سخا اور وفا ہونا چاہیے۔

انقلاباتِ زمانہ کا ذکر کس خوبصورت انداز سے کرتے ہیں:

وَلَا حُزْنٌ یَدُوْمُ وَلَا سُرُوْرٌ ‏ ‏ ‏ وَلَا بُؤْسٌ عَلَیْكَ وَلَا رَخَاءُ

یعنی غم اور خوشی دونوں ہمیشہ نہیں رہتے، اسی طرح تنگ دستی اور خوش حالی کو دوام نہیں۔

قناعت کے بارے میں فرماتے ہیں:

۵۶؎ نجم الدین - سیرۃ الشافعی - ص ۱۲

۵۷؎ ایضاً، ص ۲۴

اذا ما کنتَ ذا قلبٍ قنوعٍ — فانتَ و مالکُ الدنیا سواءُ

جب تیرا دل قناعت اختیار کر لے، تو پھر تو اور تمام دنیا کا مالک دونوں برابر ہو جاتے ہیں۔

وَ ارضُ اللہِ واسعةٌ و لکن — اِذا نزلَ القضا ضاقَ الفضاءُ[۸]

دعِ الایامَ تغدرُ کلَّ حینٍ — فما یُغنی عن الموتِ الدواءُ

اللہ کی زمین بہت وسیع ہے۔ لیکن جب قضا نازل ہوتی ہے تو فضا تنگ ہو جاتی ہے۔

زمانے کے حوادث کو چھوڑ دے، کیونکہ وہ ہر وقت بے وفائی کرتے رہتے ہیں۔ (بے شک) کوئی دوا موت سے نہیں بچا سکتی۔

حسنِ اخلاق

یُخاطبنی السفیهُ بکلِّ قبحٍ — فاکرهُ ان اکونَ لهٗ مجیبا

یزیدُ سفاهةً فازیدُ حلمًا — کعودٍ زادهُ الاحراقُ طیبا[۹]

اِذا نطقَ السفیهُ فلا تُجبهُ — فخیرٌ من اجابتهِ السکوتُ

فان کلمتهُ فرّجتَ عنهُ — و اِن خلّیتهُ کمدًا یموتُ[۱۰]

جب بے وقوف شخص ہرزہ سرائی کے ساتھ مجھ سے مخاطب ہوتا ہے تو میں اس کو جواب دینا پسند نہیں کرتا۔ وہ جتنا بے وقوفی میں بڑھتا جاتا ہے، میں اتنا ہی حلیم بن جاتا ہوں، جس طرح کہ جلنے سے عود کی خوشبو میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

جب تیرے ساتھ کوئی بے وقوف انسان کلام کرے تو تو اس کو جواب نہ دے کیونکہ اس کو جواب دینے کی نسبت خاموش رہنے میں بھلائی ہے۔

اور اگر تو اس کے ساتھ کلام کرے گا تو اس کا غم ہلکا ہو جائے گا اور اگر تو اس کو اندرونی کرب کی کیفیت میں چھوڑ دے گا تو وہ ختم ہو جائے گا۔

علم و تقویٰ

امام شافعی کے نزدیک علم اور تقویٰ انسان کے لیے باعثِ زینت ہیں:

---

۸ الشافعی۔ دیوان۔ ص ۱۵ ۹ ایضاً، ص ۱۶، ۱۷ ۱۰ ایضاً، ص ۲۲، ۲۳

اِصْبِرْ عَلٰی مُرِّ الْجَفَا مِنْ مُعَلِّمٍ ... فَاِنَّ رَسُوْبَ الْعِلْمِ فِیْ نَفَرَاتِہٖ
وَمَنْ لَّمْ یَذُقْ مُرَّ التَّعَلُّمِ سَاعَۃً ... تَجَرَّعَ ذُلَّ الْجَھْلِ طُوْلَ حَیَاتِہٖ
وَمَنْ فَاتَہُ التَّعْلِیْمُ وَقْتَ شَبَابِہٖ ... فَکَبِّرْ عَلَیْہِ اَرْبَعًا لِوَفَاتِہٖ
وَذَاتُ الْفَتٰی وَاللّٰہِ بِالْعِلْمِ وَالتُّقٰی ... اِذَا لَمْ یَکُوْنَا لَا اعْتِبَارَ لِذَاتِہٖ[۱]

استاد کی سختی پر صبر کر، کیونکہ علم کے اسرار و رموز اس کی سختیاں برداشت کرنے ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔
جو شخص علم (حاصل کرنے) کی سختی کو ایک لمحے کے لیے برداشت نہیں کرتا، وہ عمر بھر جہالت کی ذلت اٹھاتے پھرتا ہے۔
اور جس نے نوخیزی کی عمر میں تعلیم حاصل نہ کی، اس کی وفات پر چار بار تکبیر کہہ کر (خوشی کا اظہار کر)
بخدا جواں سال کو علم اور تقویٰ سے زینت حاصل ہوتی ہے، اور جب یہ دونوں صفتیں اس میں نہ ہوں تو اس کی ذات کا کوئی اعتبار نہیں۔

حفظِ علم

عِلْمِیْ مَعِیْ حَیْثُمَا یَمَّمْتُ یَنْفَعُنِیْ ... قَلْبِیْ وِعَاءٌ لَہٗ لَا بَطْنُ صُنْدُوْقِ
اِنْ کُنْتُ فِی الْبَیْتِ کَانَ الْعِلْمُ فِیْہِ مَعِیْ ... اَوْ کُنْتُ فِی السُّوْقِ کَانَ الْعِلْمُ فِی السُّوْقِ[۲]

میرا علم میرے ساتھ ہے، جب چاہتا ہوں اس سے فائدہ اٹھاتا ہوں۔ میرا قلب اس کا ظرف ہے نہ کہ صندوق اس کا ظرف ہے (یعنی میرا علم کتابوں کے اندر محدود نہیں)
اگر میں گھر ہوتا ہوں تو میرا علم میرے ساتھ گھر میں ہوتا ہے اور اگر میں بازار میں جاؤں تو (میرا) علم بازار میں (میرے ساتھ) موجود رہتا ہے۔

رازداری

اسرار کی حفاظت کے بارے میں کیا حسین انداز اختیار کرتے ہیں:

اِذَا الْمَرْءُ اَفْشٰی سِرَّہٗ بِلِسَانِہٖ ... وَلَامَ عَلَیْہِ غَیْرَہٗ فَھُوَ اَحْمَقُ
اِذَا ضَاقَ صَدْرُ الْمَرْءِ عَنْ سِرِّ نَفْسِہٖ ... فَصَدْرُ الَّذِیْ یُسْتَوْدَعُ السِّرَّ اَضْیَقُ[۳]

۱۔ الشافعی۔ دیوان۔ ص ۲۹ ۲۔ ایضاً۔ ص ۶۷ ۳۔ ایضاً، ص ۶۵

جب انسان اپنا بھید اپنی زبان ہی سے فاش کر دیتا ہے اور (پھر اس افشا پر) دوسرے کو لعنت ملامت کرتا ہے، وہ احمق ہے۔

جب انسان کا اپنا سینہ اتنا تنگ ہوتا ہے کہ وہ بھید کو چھپا سکے تو دوسرا انسان جس کے سپرد وہ راز کیا جاتا ہے اس کا سینہ زیادہ تنگ ہوتا ہے کہ اس راز کو چھپا لے (یعنی وہ اس بھید کی حفاظت نہیں کر سکتا)۔

نیکی کی ترغیب

اذا ھبت ریاحک فاغتنمھا ۔۔۔ فعقبی کل خافقۃ سکون

ولا تغفل عن الاحسان فیھا ۔۔۔ فلا تدری السکون متی یکون[۱۴]

جب تک ہوائے زمانہ تیرے رخ پر ہے تو اس کو غنیمت جان کیونکہ ہر متحرک کا انجام سکون ہے۔

اور ایسے وقت میں احسان کرنے میں غفلت نہ کر۔ کیا معلوم کہ وہ سکون کب ہو جائے گا۔

اسلام و عافیت کی اہمیت

لا تأس فی الدنیا علی فائت ۔۔۔ وعندک الاسلام والعافیہ

ان فات امر کنت تسعی لہ ۔۔۔ ففیھما من فائت کافیہ[۱۵]

یعنی دنیا میں کسی ضائع ہونے والی چیز پر افسوس نہ کر جب کہ تیرے پاس اسلام اور عافیت ہے۔

اگر کوئی امر جس کے لیے تو کوشش کرتا رہا تھا فوت ہو جائے تو ان دونوں کو اس کی تلافی کے لیے کافی سمجھو۔

وقار اور خوفِ خدا

ولولا الشعر بالعلماء یزری ۔۔۔ لکنت الیوم اشعر من لبید

واشجع فی الوغی من کل لیث ۔۔۔ وآل مھلب وبنی یزید

ولولا خشیۃ الرحمن ربی ۔۔۔ حسبت الناس کلھم عبیدی[۱۶]

اگر علما کے لیے شعر گوئی مذموم نہ ہوتی، تو میں آج لبید سے بھی بڑا شاعر ہوتا۔

(میں) لڑائی میں شیر سے بھی زیادہ بہادر ہوتا، آل مہلب اور بنو یزید سے بھی زیادہ جری۔

اگر مجھے اپنے پروردگار، رحمٰن کا خوف نہ ہوتا، تو میں تمام لوگوں کو اپنا غلام سمجھتا۔

---

۱۴ نجم الدین - سیرۃ الشافعی - ص ۱۸ ۔ ۱۵ ایضاً ص ۱۹ ۔ ۱۶ الشافعی - دیوان، ص ۲۹، ۳۰